برصغیر میں فقہ حنفی کے ارتقاء میں فقہاء کا کردار (انیسویں صدی عیسوی)

Role of Islamic Jurists in the Development of Fiqh-e-Hanafi in Sub-Continent (19th century CE)

انور علی

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

anwaraliphd@gmail.com 03005069309

ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

چیئرمین شعبہ شریعہ، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

This paper is to explore the role of Muslim religious scholars and Islamic Jurists of 19th century CE in the development of Fiqh–e-Hanafi. This period was the reign of the last two Mughal Rulers, Akbar Shah II and his successor Bahadur Shah Zafar. This was an era of decline for Muslims both socially and politically. Central Government was very weak. Internal and external enemies were playing conspiracy games to demolish the residual of Mughal Government. Regardless of this worst situation, the rulers were busy in their luxuries activities while Ulama were engaged in spreading the teachings of Fiqh e Hanafi through writing books, debates, preaching etc. Similarly, some of Ulama were officially appointed as Qazi and Mufti who were developing Fiqh e Hanafi by making decisions and answering the Fatwa in the light of this law.

Although it was a crucial time for the Muslims, but Ulama realized and fulfilled their responsibilities within their respective fields. Some of the famous Quzat (Judges) and Muftiyaan were Qazi Khalil ur Rahman Rampuri, Qazi Inayat Kakorvi, Mufti Khalil ur Rehman Kakorvi, Mufti Sharfuddin Rampuri, Mufti Ali Kabir Machli Shehri, Mufti Saad ullah Murad Abadi, Mufti Riaz uddin Kakorvi, Mufti Abdul Qayyoom Siddiqi, Mufti Abdul Ghafoor Hamayuni and Mufti Aziz ur Rahman Deobandi.

During this period, Ulama wrote a lot of books according to Fiqh e Hanafi and thus played a vital role in the evolution of this fiqh. Among these authors some prominent names were Mufti Sharf ud din Rampuri, Maulana Abdul Hay Farangi Mahali, Molvi Faqeer Muhamamd Jehalmi, Maulana Rasheed Ahmad Gangohi, Maulana Ahmad Raza Khana Baralvi, Peer Syed Mehar Ali Shah, Maulana Abdul Aziz Usmani, Maulana Ashsraf Ali Thanwi and Maulana Amjad Ali Azami.

Keyword: Fiqh e Hanafi, Islamic Jurists, Nineteenth Century

انیسویں صدی عیسوی مسلمانوں کے سیاسی زوال کی صدی تھی۔ شاہ عالم ثانی (م 1806ء) کی وفات کے بعد انگریز نے اس کے بیٹے معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی کو 1221ھ / 1806ء میں اس کا جانشین مقرر کیا[1]۔ شاہ عالم ثانی کو انگریز کی طرف سے 1 یک لاکھ روپیہ ملنے والی پنشن اب اس کے بیٹے کو ملنے لگی لیکن یہ رقم اس کے پورے خاندان کی پرورش کے لیے ناکافی تھی۔ اس میں اضافہ کے لیے اس نے کئی بار انگریز سرکار سے درخواست کی لیکن شنوائی نہ ہوئی۔ چنانچہ اس نے قیمتی ہیرے جواہرات بیچ کر آخری زندگی گزاری۔ اسّی (80) برس کی عمر میں 1253ھ / 1837ء میں انتقال کر گیا[2]۔

اکبر شاہ ثانی کی موت کے بعد اس کے بیٹے محمد سراج الدین بہادر شاہ ظفر کو 1253ھ / 1837ء[3] میں اس کی جانشینی کے لیے نامزد کیا گیا۔ بہادر شاہ نیک دل اور علم دوست انسان تھا۔ علماء کے ساتھ گہرے روابط تھے خصوصًا شیخ فخر الدین دہلوی کے مریدوں میں سے تھے۔[4] اس کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کرتے تھے اور ظفر تخلص استعمال کیا کرتے تھے۔ جنگِ آزادی 1857ء ہندوستانی سپاہیوں نے انگریز سے بغاوت کر کے بہادر شاہ کو تخت پر بٹھا کر مغلیہ حکومت کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ کئی محاذوں پر انگریز کے ساتھ جنگ ہوئی لیکن بالآخر ہندوستانیوں کو شکست ہوئی اور انگریز نے دہلی اور تختِ دہلی پر قبضہ کر لیا۔ بہادر شاہ کے سامنے شہزادوں کو قتل کر دیا گیا اور اسے رنگون کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔[5] برطانوی سامراج نے بہادر شاہ ظفر کو 1274ھ / 1857ء میں معزول کر کے برصغیر سے مغل اور مسلم حکمرانی کے طویل دور کا خاتمہ کر دیا۔ بہادر شاہ ظفر کا انتقال اسیری کی حالت میں 1279ھ / 1862ء کو ہوا۔

علمی حالت اور فقہ حنفی کا ارتقاء

اگرچہ سیاسی طور پر لاکھ کمزوریاں تھیں۔ اندرونی و بیرونی سازشوں کے جال بچھے ہوئے تھے اور نااہل حکمران اپنی عیش و عشرت میں مگن تھے لیکن اس سب کے باوجود انفرادی طور پر کمالات اور تدریسی و تالیفی سرگرمیوں کا دور دورہ تھا۔ اس دورِ انحطاط میں ایسی زبردست شخصیات کا پیدا ہونا اور علمی خدمات سرانجام دینا، دین متین کے تحفظ اور اشاعت کے لیے اللہ تعالی کا غیبی طور پر بندوبست کرنے کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچے دین کو دنیا میں قائم و دائم رکھنا ہے۔ اس کی بقا کے لیے کبھی وہ کسی علاقہ کا انتخاب کرتا ہے تو کبھی کسی طبقہ کا اور کبھی کسی حکمران کو یہ ذمہ داری سونپتا ہے تو کبھی رعایا میں سے کسی فرد واحد کو چنتا ہے۔ دین اسلام کی بقا اور دوام، اللہ تعالیٰ کی منشا ہے جیسا کہ اللہ کریم اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتے ہیں:

"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا"[6]

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے۔ اور (اس کی) گواہی دینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے دین کی ترویج و اشاعت کے لیے انیسویں صدی کے پر فتن دور میں بھی ایسے ہی علماء ربانیین کو منتخب کیا۔ ان علماء نے قرآن، حدیث اور فقہ کے علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ اگلی نسلوں تک پہنچایا۔ اس کے لیے انہوں نے منصبِ قضاو افتاء، درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شعبہ بھی سنبھالا۔ ان فقہاء میں سے چند ایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

1 **مفتی شرف الدین رام پوری (م1268ھ/1852ء)**

مفتی شرف الدین رام پوری برصغیر کے نامور عالمِ دین اور فقیہ تھے۔ فقہ میں مہارت ان کو رام پور کی مسندِ تدریس و افتاء پر متمکن کرنے کا سبب بنی۔ ان کا شمار جید حنفی فقہاء میں ہوتا تھا اور علاقہ بھر میں ان کے پایہ کا فقہ اور اصول میں کوئی ثانی نہ تھا۔ عوام و خواص فتویٰ کے لیے ان کی طرف ہی رجوع کیا کرتے تھے۔ رام پور میں درس و تدریس کی خدمات بھی جاری و ساری رہیں اور کئی طلبہ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے جو بعد میں اپنے زمانہ کے جید علماء کرام کے روپ میں ظاہر ہوئے جن میں سے چند ایک یہ ہیں مولانا ابو سعید دہلوی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا محمد علی رام پوری، مولانا محمد حسن بریلوی، مولانا عبد القادر رام پوری۔ نواب احمد علی خان کے عہدِ حکمرانی میں ان کی فقہی مہارت کی شہرت پہنچی تو انہوں نے مفتی صاحب کو رام پور کے عہدہ قضاء پر مامور کر دیا۔ مفتی شرف الدین رام پوری اعلیٰ درجہ کی کئی کتب کے مصنف بھی تھے۔ ان کی چند تالیفات کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

الف: فتاویٰ شرفیہ

مفتی شرف الدین رام پوری کی علم فقہ سے دلچسپی اور اس میں انہماک کا اندازہ ان کی اس تصنیف سے لگایا جا سکتا ہے جس میں ان کے فتاویٰ جات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ فتاویٰ بطور مفتی رام پور انہوں نے استفتاءات کے جوابات کے طور پر دیئے تھے جنہیں کتابی شکل میں مدون کیا گیا اور اس کا نام فتاویٰ شرفیہ رکھا گیا۔[7]

ب: رسالہ فی اباحۃ ربح القرض من المقرض

مفتی شرف الدین رام پوری نے یہ رسالہ تصنیف کیا جس میں ثابت کیا گیا کہ قارض کے لیے مقروض سے منافع لینا جائز ہے۔[8]

مفتی شرف الدین رام پوری کی دیگر تصانیف سراج المیزان اور شرح سلّم[9] ہیں۔ علاوہ ازیں بھی کئی رسالے انہوں نے تصنیف کیے۔ بالآخر مصروف ترین زندگی گزارنے کے بعد مفتی شرف الدین رام پوری نے 5 شعبان 1268ھ کو وفات پائی۔[10]

2 مفتی علی کبیر مچھلی شہری(م1269ھ / 1853ء)

رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد میں مفتی علی کبیر بن مولانا علی محمد جعفری مچھلی شہری1170ھ /1756ء کو جون پور میں پیدا ہوئے۔[11] ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ میں مولانا محمد مبین فرنگی محلی سے منطق و فلسفہ جب کہ علامہ تفضل حسین کشمیری سے علوم ریاضیہ کی تحصیل کی۔ فراغت کے بعد اپنے والد کے پاس مچھلی شہر (یو۔پی) چلے گئے جہاں انگریز سرکار نے مچھلی شہر کی مسند افتاء کی ذمہ داری سونپ دی۔[12] فقہی بصیرت کی وجہ سے عوام وخواص مسائل کے شرعی حل کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ نہایت متقی اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ حج بیت اللہ کے لیے حرمین کا سفر کیا۔ حج سے واپسی پر مچھلی شہر پہنچنے سے پہلے ہی وفات پاگئے۔ ان کی تاریخ وفات 23ربیع الاول1269ھ /4جنوری1853ء ہے۔ سو سال کی عمر پائی۔[13]

3 مفتی و قاضی عنایت احمد کاکوروی(1279ھ / 1863ء)

مفتی عنایت احمد کاکوروی [14]بن محمد بخش بن غلام محمد بن لطف اللہ دیوہ کے مقام پر9شوال1228ھ /5اکتوبر1813ء میں پیدا ہوئے۔[15] ابتدائی تعلیم کے لیے رام پور شہر چلے گئے۔ سید محمد بریلوی سے صرف ونحو، مولانا حیدر علی ٹونکی اور مولانا نور الاسلام دہلوی سے درسی کتب پڑھ کر شاہ محمد اسحاق دہلوی سے سند حدیث کی تحصیل کی۔ بعد میں علی گڑھ جا کر مولانا بزرگ علی مارہروی سے معقول و منقول کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں ان کے مدرسے میں درس و تدریس اور اہتمام کی ذمہ داری بھی خوب نبھائی۔ فقہ اور اصول فقہ میں مہارت کی وجہ سے علی گڑھ کے مفتی مقرر ہوئے۔ تین سال بعد عہدہ قضاء بھی سپرد ہوا۔[16]

جزائر انڈمان میں قید اور تصانیف

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کے زیر عتاب آئے اور کالا پانی کی سزا ہوئی۔ کالا پانی کی قید کے دوران کئی کتب تحریر کیں حالانکہ ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہ تھی۔ فقط اپنے حافظے کی بنیاد پر کتب تحریر کیں۔ ان کی تصانیف کی تفصیل اسحاق بھٹی نے فقہائے ہند میں یوں دی ہے:[17]

علم الفرائض

ان کی سب سے پہلی کتاب ہے جو1262ھ /1846ء میں طبع ہوئی۔ یہ علمِ فرائض کے بارے میں ہے۔ فرائض کا علم اور اس کے مسائل علمِ فقہ کا ایک اہم جزو ہے۔

ان کی دیگر کتب کی تفصیل یوں ہے۔ ترجمہ تقویم البلدان، ملخصات الحساب، تصدیق المسیح ورد حکم القبیح، الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین، محاسن العمل الافضل فی الصلوٰۃ، الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید، ہدایات الاضاعی، لیلۃ القدر، فضل العلم والعلماء، فضائل درود و سلام، میلوں کی مذمت (ہولی، دیوالی اور ہندوؤں کی مذہبی تقریبات میں

مسلمانوں کی شرکت کارد)، ضمان الفردوس (ترغیب وترہیب پر مبنی رسالہ)، الاربعین من احادیث النبی الامین ﷺ، علم الصیغہ (عربی گرائمر میں علم صرف کی کتاب)، وظیفہ کریمہ، تاریخ حبیب اللہ ﷺ (رسول اللہ ﷺ کی سیرت)، خجستہ بہار (گلستان کے انداز میں فارسی نثر کی کتاب)، مواقع النجوم وغیرہ۔

مدرسہ فیض عام کا قیام

رہائی کے بعد مفتی صاحب ہندوستان میں واپس آئے تو کان پور شہر میں سکونت اختیار کرلی۔ یہاں پر مطبع نظامیہ کے مالک حاجی عبد الرحمٰن نے ان کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں وہ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ اس مدرسہ کا نام مدرسہ فیض عام تھا۔[18] تین سال تدریس کرنے کے بعد حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ جہاز جدہ پہنچنے پر ایک چٹان سے ٹکرا کر غرق ہوگیا۔ یوں مفتی کاکوروی 17 شوال 1279ھ / 7 اپریل 1863ء شہادت کے درجہ پر فائز ہوگئے۔[19]

4 مفتی خلیل الرحمٰن کاکوروی (م 1281ھ / 1864ء)

مفتی خلیل الرحمٰن بن نجم الدین بن حمید الدین کاکوروی 1203ھ میں کاکوری کے شہر میں پیدا ہوئے۔[20] اپنے علاقے کے نامور عالم اور فقیہ تھے۔ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد قاضی نجم الدین کاکوروی (م 1229ھ) قاضی القضاۃ تھے۔ اور ان کے دادا مولانا حمید الدین کاکوروی (م 1215ھ) بھی ایک نامور عالم دین گزرے ہیں۔ مفتی خلیل الرحمٰن نے علوم کی تحصیل اپنے والد قاضی نجم الدین کاکوروی اور مولانا روشن علی جون پوری سے کی۔ علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد کان پور شہر کی مسند افتاء پر متمکن ہوئے۔ اور عرصہ دراز تک کان پور کے مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ فقہ اور افتاء کے شعبوں میں نہایت مہارت حاصل تھی۔ افتاء کی ذمہ داری نبھانے کے ساتھ ساتھ مفتی خلیل الرحمٰن کاکوروی اپنے دور کے ایک اچھے مصنف ومترجم بھی تھے۔ درج ذیل یادگار کتب تحریر کیں:

ترجمہ باب التعزیرات در المختار

در المختار فقہ حنفی کی مستند ترین اور ضخیم کتاب ہے۔ مسٹر رنگٹن ممبر کونسل کی فرمائش پر انہوں نے اس کے باب التعزیرات کی فارسی زبان میں شرح سپردِ قلم کی۔[21]

دیگر کتب ورسائل میں رسالہ طول البلد وغایۃ النہار، مرآۃ الاقالیم (فن ہیئت)، جغرافیۃ الطرق والشوارع (مملکت اودھ کا جغرافیہ)، رسالہ در تحقیق مرضِ ہیضہ (ہیضہ کے مرض کی تحقیق)، رسالہ در ابطال ظل مثلث[22] شامل ہیں۔

مفتی خلیل الرحمٰن کاکوروی نے اٹھہتر (78) برس کی عمر میں 1281ھ میں انتقال فرمایا۔[23]

5 قاضی خلیل الرحمٰن رام پوری

قاضی خلیل الرحمٰن بن ملا عرفان 1203ھ میں رام پور میں پیدا ہوئے۔[24] ان کے والد ملا عرفان (م1229ھ) اصل میں خراسان کے رہنے والے تھے، وہیں پلے بڑھے اور علم حاصل کیا۔ پھر لکھنؤ تحصیل علم کے لیے آئے اور بعد ازاں رام پور چلے آئے۔ اسی لیے انہیں ملا عرفان رام پوری کہا جانے لگا[25]۔ قاضی خلیل الرحمٰن نے اپنے والد ملا عرفان، مفتی شرف الدین رام پوری اور ملا محمد حسن انصاری لکھنوی سے علم حاصل کیا۔ علوم دینیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد ٹونک گئے جہاں نواب امیر خان کا عہد حکومت تھا۔ چنانچہ وہیں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے۔ قاضی خلیل الرحمٰن فقہ اور اصول فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور ان کی یہی شہرت ان کو قضا کے منصب تک لے آئی۔ وہ فقہ حنفی کے نامور فقیہ تھے۔ قاضی خلیل الرحمٰن صاحبِ تصنیف عالم و فقیہ تھے۔ قضاء کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ فن تصنیف سے بھی مناسبت تھی اور کئی گراں قدر کتب تالیف کیں: الدائر شرح علیٰ منار الاصول، تعلیقات علیٰ حاشیه غلام یحییٰ، تعلیقات میر زاهد، جواب الاشکال المسمیٰ بجذر الاصم، حاشیه علی شرح المواقف، رسم الخیر، رسم الخیرات، مائة عامل، منظومة فی جواب سوال، منظومة فی العروض [26]

6 مفتی سعد اللہ مراد آبادی (م1294ھ/1877ء)

مفتی سعد اللہ مراد آبادی 1219ھ/1804ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔[27] ان کے اساتذہ میں مولانا عبد الرحمن ہیں جن سے صرف و نحو پڑھی۔ مولانا شیر محمد قندھاری، مولانا محمد حیات لاہور اور صدر الدین دہلوی سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا اشرف لکھنوی، مولانا محمد اسماعیل مراد آبادی اور مفتی ظہور اللہ لکھنوی کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھ کر ان اکابر سے استفادہ کیا۔ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ دی۔ لکھنؤ کے مدرسہ شاہی میں مسند تدریس پر بیٹھے۔ ساتھ ہی ساتھ تاج اللغات ترجمۂ قاموس کی بعض جلدیں مکمل کیں۔

منصبِ افتاء

جب ان کے علم و کمال کا شہرہ بلند ہوا تو کوتوالی میں منصبِ افتاء کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔[28] اس اعلیٰ منصب پر رہتے ہوئے پورے انتیس (29) برس تک فقہ حنفی کی خدمت و اشاعت کرتے رہے۔ اس کے بعد حرمین کی حاضری کے لیے گئے جہاں شیخ جمال حنفی سے سندِ حدیث حاصل کی اور وطن لوٹنے کے بعد لکھنؤ میں تین سال تک افتاء کے منصب پر فائز رہے۔ بعد ازاں رام پور کے حکمران نواب یوسف علی خان کی دعوت پر رام پور چلے گئے اور آخر عمر تک رام پور کے مفتی کی حیثیت سے وقت گزارا۔

مفتی سعد اللہ مراد آبادی عالم اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ پایہ کے مصنف تھے۔ انہوں نے کئی تصانیف بطورِ یاد گار چھوڑیں۔ ان میں فقہ کے موضوع پر لکھی کتب میں زاد السبیل الیٰ دار الخیل، حواشی مالا بد منه ،ترجمہ فقہ اکبر، وصیت نامہ امام ابو حنیفہ شامل ہیں۔[29] مفتی سعد اللہ مراد آبادی کی وفات 14 رمضان 1294ھ / 22 ستمبر 1877ء میں ہوئی۔[30]

7 مفتی ریاض الدین کاکوروی (م 1295ھ / 1878ء)

مفتی ریاض الدین بن قاضی علیم الدین بن قاضی نجم الدین کاکوروی 1229ھ میں کاکوری میں پیدا ہوئے۔[31] حفظِ قرآن کریم کے بعد اپنے والد قاضی علیم الدین اور شیخ فضل اللہ عثمانی سے دینی علوم حاصل کیے۔ علم حدیث کی سند و اجازت مولانا حسین احمد ملیح آبادی، مرزا حسن علی لکھنوی، مولانا نور الحسن کاندھلوی اور شیخ حمید الدین کاکوروی سے حاصل کی۔[32]

مفتی ریاض الدین کاکوروی کی علمی اور فقہی شہرت چار سو پھیل گئی تو ریاست رام پور کے حکمران نواب کلب علی خان نے ان کو اپنے ہاں بلوا کر منصب افتاء پر فائز کر دیا۔ اس دور میں یہ نہایت عظیم منصب شمار ہوتا تھا اور اس پر صرف اسی شخص کو متعین کیا جاتا تھا جو قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ علوم کا ماہر ہو۔ مفتی صاحب کی صلاحیت اور قابلیت انہیں اس منصب جلیلہ تک لے گئی۔ مفتی ریاض الدین کاکوروی اس کے بعد حیدر آباد چلے گئے اور کچھ ہی عرصہ بعد 1295ھ میں وفات پا گئے۔[33]

8 مولانا محمد قاسم نانوتوی (م 1297ھ / 1880ء)

محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاؤ الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم نانوتوی 1248ھ / 1832ء میں پیدا ہوئے۔[34] ابتدائی کتب شیخ نہال احمد نانوتوی اور مولوی محمد نواز سہارن پوری سے پڑھ کر دہلی مولانا مملوک علی سے مروجہ درسی کتب پڑھیں اور شاہ عبد الغنی سے سند حدیث لے کر فارغ التحصیل ہوئے۔ 1277ھ / 1860ء میں حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہو کر آ گئے۔[35]

دار العلوم دیوبند کی بنیاد

دار العلوم دیوبند کے قیام کے سلسلے میں محمد اسحٰق بھٹی لکھتے ہیں:

"انقلاب 1857ء کے بعد ہندوستان کے اسلامی مدارس شدید نقصان سے دوچار ہوئے۔ متعدد علمائے دین کو انگریزوں نے پھانسیوں پر لٹکا دیا، بعض کو کالے پانی کی سزا دی گئی اور کچھ حضرات ملک سے ہجرت کر کے سر زمین حجاز جا بسے۔ ان نازک حالات میں چند علما و زعماء نے جن میں مولانا فضل الرحمٰن، مولانا ذوالفقار

علی، حاجی عابد حسین، مولوی مہتاب علی اور شیخ نہال احمد شامل تھے، ضلع سہارن پور کے مشہور مقام دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ محرم 1283ھ /30 مئی 1867ء کو دیوبند کی چھتہ والی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے کھلے صحن میں اس مدرسے کا آغاز کیا گیا۔ اس مدرسے کے مہتمم یا سرپرست مولانا محمد قاسم نانوتوی کو مقرر کیا گیا۔ اس زمانے میں مولانا نانوتوی مطبع مجتبائی میرٹھ میں تصحیح کتب کا کام کرتے تھے۔ اس مدرسے کے سب سے پہلے طالب علم کا نام محمود تھا جنہوں نے بعد میں شیخ الہند مولانا محمود حسن کے نام سے شہرت پائی اور اپنے عہد کے اکابر علمائے ہند میں شمار ہوئے اور پہلے مدرس کا نام ملاّ محمود تھا۔ حُسنِ اتفاق ملاحظہ ہو کہ استاد بھی محمود اور شاگرد بھی محمود! "۔[36]

مولانا قاسم نانوتوی کئی کتب کے مؤلف ہیں اور ان کی تالیفات اکثر و بیشتر ان کے عہد کے زیرِ بحث مسائل سے متعلق ہیں۔ ان کی کتب ان کی رسوخ فی العلم کی شاہد ہیں، نہایت قادر الکلام مقرر تھے اور بہت ذہین فطین شخصیت کے مالک تھے۔

الف: الدليل المحكم على قرأة الفاتحة للموتم

یہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ اس کے آخر میں ایک بزرگ کے نام ایک مکتوب ہے جس میں تقلید اور آٹھ رکعت تراویح کا بیان ہے۔[37]

ب: مصابیح التراویح

یہ تراویح کے متعلق مولانا احمد حسن امروہوی کے ایک استفسار کا جواب ہے۔[38]

مولانا قاسم نانوتوی نے انچاس(49) سال کی عمر میں 4 جمادی الاول 1297ھ /1880ء کو پنجشنبہ کے دن وفات پائی۔[39] دار العلوم دیوبند کے شمالی جانب آپ کا مزار ہے۔ یہ جگہ قبرستان قاسمی کے نام سے موسوم ہے جس میں بے شمار علماء، صلحاء اور طلبہ کی قبور ہیں۔[40]

9 مفتی عبد القیوم صدیقی بڑھانوی (م1299ھ /1882ء)

مفتی عبد القیوم بن مولانا عبد الحی بن ہبت اللہ بن نور اللہ بڑھانوی 1231ھ /1826ء کو بڑھانہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عہد کے ممتاز عالم اور فقیہ تھے۔ چونکہ مولانا عبد الحی بڑھانوی، سید احمد شہید کے عقیدت مند تھے اس لیے والد کے ساتھ مفتی عبد القیوم بھی سید صاحب سے چھوٹی عمر میں بیعت ہو گئے۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔ تحصیل علم کے بعد مفتی عبد القیوم بمع اہل و عیال مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے اور وہیں حج کے بعد مستقل رہنے لگے۔ والیہ بھوپال نواب سکندر جہاں بیگم حج کے لیے آئیں۔ مکہ مکرمہ میں مفتی صاحب سے متاثر

ہوئیں اور انہیں بھوپال آنے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کیا اور اہل و عیال سمیت بھوپال آکر منصب افتاء سنبھالا۔ کچھ ہی عرصہ بعد 1299ھ /1882ء میں تریسٹھ (63) برس کی عمر میں وفات پا گئے۔[41]

10 مولانا عبد الحی فرنگی محلی (م1304ھ /1886ء)

ابو الحسنات مولوی عبد الحی فرنگی محلی بن مولوی عبد الحلیم بن مولوی امین ماہ ذی قعد کے آخری عشرہ میں 1264ھ /1848ء میں باندہ میں پیدا ہوئے۔[42]علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے صرف سترہ (17) سال کی عمر میں استاد کے ہمراہ بیٹھ گئے۔ دو مرتبہ حرمین کی زیارت کے لیے گئے اور وہاں کے شیوخ میں سے شیخ سید احمد شافعی سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جن کی اجازت ان کے والد کو تھی۔ مولانا عبد الحی صاحب تصنیف عالم اور فقیہ تھے۔ کثیر التصنیف ہونے کی وجہ سے زندگی ہی میں ان کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی۔ عربی زبان میں کئی کتب تحریر کیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

الف: نفع المفتی والسائل لجمیع متفرقات المسائل

فقہ کے مسائل میں مفتی اور سائل کے بارے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر یہ کتاب بہت عمدہ اور مفید ہے۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی کی سن 1287ھ کی یہ تصنیف ہے۔[43]

ب:فوائدالبهيةفي تراجم الحنفيه

مولانا عبد الحی کی شہرہ آفاق تصنیف " فوائد البهية فی تراجم الحنفيه "[44] ہے جس میں انہوں نے فقہاء احناف کا تعارف کرایا ہے۔ اس کتاب کا تعارف انہوں نے ان حمدیہ کلمات سے کیا ہے:

الحمد لله الذي اختار في الانبياءنبينا محمد و شرفه علي سائر المخلوقات و عظم و کرم و جعل امته اشرف الامم۔۔۔الخ[45]

مصنف نے اس کتاب میں 604 فقہاء احناف کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب میں فقہاء کے اسماء الف بائی ترتیب میں دیئے گئے ہیں۔ ابراہیم بن اسماعیل (ولادت 534ھ) کے ذکر سے فقہاء کی ابتداء کی ہے۔[46]نہایت عمدہ کتاب ہے جو کہ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت کرنے والے نامور فقہاء کے کارناموں پر محیط ہے۔ فقہاء کے ذکر کے بعد اس کتاب کے اختتام پر مولانا عبد الحی لکھنوی نے اپنا تعارف لکھا ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنوی ایک معروف مصنف تھے۔ انہوں نے کئی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ فقہ کے موضوع پر ان کی دیگر تصانیف میں سے چند ایک یہ ہیں:عمدة الرعايه حاشيه شرح وقايه، الفلک المشحون فيما يتعلق انتناع المرتهن بالمرهون، القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم، الفلک الدوارفی روية الهلال بالنهار، الافصاح عن شهادة المرأة فی الارضاع، الهسهسه بنقض الوضوء

بالقهقهة۔[47] مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی لکھنوی 29 ربیع الاول 1304ھ / 1886ء لکھنؤ میں انتقال کر گئے اور وہیں پر دفن ہوئے۔[48]

11 مولانا رشید احمد گنگوہی (م 1323ھ / 1905ء)

مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش، جن کا سلسلۂ نسب سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، کی ولادت گنگوہ[49] میں 6 ذی القعد 1244ھ کو ہوئی۔[50] ابتدائی علوم کی تحصیل مولانا محمد تقی اور مولانا عنایت اللہ سے کی۔ اس کے بعد 1261ھ میں مولانا مملوک علی کے ہاں دہلی میں حاضر ہو کر پورے انہاک سے علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ مولانا قاسم نانوتوی 1260ھ ہی میں یہاں پہنچ چکے تھے۔ پھر علم کے یہ دونوں متوالے ایک ساتھ ہو گئے اور تاحیات ساتھ رہے۔

مولانا رشید احمد فقہ اور حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چودہ مرتبہ سے زائد ہدایہ کا درس دیا اور صحاح ستہ بارہا اکیلے پڑھائیں۔ حاجی امداد اللہ سے بیعت و اجازت حاصل تھی۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ دار العلوم دیوبند کی تاسیس ہے جس میں سب سے پہلے مولانا احمد علی سہارنپوری نے اپنے دستِ مبارک سے پتھر رکھا اور اس کے بعد مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد مظہر نانوتوی نے ایک ایک اینٹ رکھ کر دار العلوم جیسے عظیم مدرسے کی بنیاد رکھی۔ بعد میں اسی مدرسے سے فقہ حنفی کے مدرسین، فقہاء، مفتیان، مؤلفین، مناظرین اور جید علماء پیدا ہوئے۔ یہ انہی بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو برصغیر میں فقہ حنفی کی ترقی اور اشاعت کا سبب بنا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی ایک مستند عالم، فقیہ اور مصنف تھے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں ان کی مشہور کتب درج ذیل ہیں:

الف: فتاویٰ رشیدیہ

آپ کی تصانیف میں شہرت فتاویٰ کی کتاب کو ملی جس میں سائلین کے استفتاءات کے شرعی جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان فتاویٰ کے مجموعے کو کتابی شکل میں مرتب کیا گیا ہے جس کا نام فتاویٰ رشیدیہ ہے۔

ب: الشمس الامعه فی کراهیة الجماعة الثانیة[51]

یہ کتاب بھی فقہ کے موضوع پر ہے جس میں امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک جماعت ثانیہ کی کراہت کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

دار العلوم دیوبند کا یہ بانی، گنگوہ کا مصلح و مربی، امداد اللہ مکی کا ارشد خلیفہ مولانا رشید احمد گنگوہی بالآخر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ ان کی وفات 9 جمادی الثانی 1323ھ / 11 اگست 1905ء کو ہوئی۔[52]

12 مولوی فقیر محمد جہلمی(م1334ھ/1916ء)

مولانا فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش موضع چٹن کے رہنے والے تھے جو شہر جہلم سے دو میل مغرب کی جانب ہے۔ جمعرات کے دن 1260ھ/1844ء میں پیدا ہوئے۔[53] رسمی تعلیم میاں قطب الدین ساکن نالیاں والہ، میاں غلام محمد ساکن موضع جادہ اور مولوی نور احمد ساکن کہائی کوٹلی سے حاصل کی۔ بعد میں مفتی صدر الدین صدر الصدور دہلی کے درس میں شریک ہوئے اور فارغ التحصیل ہو کر اپنے علاقہ واپس آکر خدمت دین سے وابستہ ہو گئے۔ مولانا فقیر محمد جہلمی عالم، فقیہ اور بہترین مصنف تھے۔ فقہ حنفی سے وابستہ فقہاء احناف کا انسائیکلوپیڈیا حدائق الحنفیہ کے نام سے تصنیف کر کے حنفی فقہاء کے کارہائے نمایاں کو ضبط تحریر میں لائے۔ ان کی تصانیف درج ذیل سطور میں دی جاتی ہیں جن کو تذکرہ علماء ہند میں جمع کیا گیا ہے:[54]

حدائق الحنفيه

مولوی فقیر محمد جہلمی کی شاہکار کتاب حدائق الحنفیہ کے نام سے کتب خانوں کی زینت ہے جس میں گزشتہ صدیوں کے مشہور فقہائے احناف کا تعارف اور ان کی فقہ حنفی کی اشاعت کے بارے میں معلومات جمع کی گئی ہیں۔ گویا یہ کتاب حنفی علماء کا انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں تیرا ابواب ہیں۔ ہر باب کا نام حدیقہ رکھا ہے۔ چنانچہ حدیقہ اول سے حدیقہ سیز دہم تک ابواب ہیں۔ پہلے باب میں مکمل طور پر امام ابو حنیفہ کے حالات، حیات، تابعیت، تعلیم اور وفات کا تذکرہ ہے۔ پھر اس کے بعد حدیقہ دوم میں دوسری صدی ہجری کے فقہائے احناف، حدیقہ سوم میں تیسری صدی ہجری کے اور اس طرح حدیقہ سیز دہم میں تیرہویں صدی کے علماء کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ مؤلفات میں ترجمہ تصدیق المسیح، حاشیہ صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیطان، زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل، رسالہ آفتاب محمدی شامل ہیں۔ مولوی فقیر محمد جہلمی کی وفات 1334ھ میں ہوئی۔[55]

13 مفتی عبدالغفور مفتون ہمایونی(م1336ھ/1918ء)

مفتی عبد الغفور بن مولانا محمد یعقوب 1261ھ/1844ء کو سندھ کے شہر کے قریب ہمایون نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قلات کے رہنے والے تھے وہاں سے ہجرت کر کے ہمایون میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں ایک مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ صاحب علم و فضل باپ نے بیٹے کی بہترین تربیت کر کے اسے علوم و فنون میں ماہر بنا دیا۔ فراغتِ علوم دینیہ کے بعد اپنے والد کے مدرسے میں ہی تعلیم و تدریس کے شعبہ سے منسلک ہو گئے۔ مفتی عبد الغفور ہمایونی کی شخصیت بہت سارے کمالات و اوصاف کی حامل تھی۔ وہ بیک وقت مفتی، فقیہ، مؤرخ، حکیم، شاعر، صوفی اور بزرگ تھے۔ ان کے فتویٰ کو سند کی حیثیت حاصل تھی۔ بلوچستان کے حاکم، علماء وقت، عام مسلمان بلکہ ہندو بھی ان کے فتویٰ کا احترام کرتے تھے اور اسے حکم کے درجے میں سمجھتے تھے۔[56] مفتی عبد الغفور

ہمایونی تصنیف و تالیف کا ذوق بھی رکھتے تھے اور کئی ایک تصانیف انہوں نے یادگار کے طور پر چھوڑیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

الف: الدار المنشور فی استمداد من اهل القبور

اہل قبور سے مدد مانگنے کے حوالے سے مسئلہ کی تحقیق اور وضاحت کے لیے یہ کتاب لکھی۔

ب: دیوان مفتون

مفتی عبد الغفور ہمایونی نہ صرف ایک عالم وفقیہ تھے بلکہ عربی، فارسی اور اردو کے بہترین شاعر بھی تھے۔ اس کتاب میں ان کا تینوں زبانوں میں کلام جمع کیا گیا ہے۔[57]

ج: فتاویٰ ہمایون فارسی

مفتی عبد الغفور سے پوچھے گئے فقہی مسائل کے جوابات کو کتابی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد میں فارسی زبان میں سوالات اور ان کے فقہی جوابات تحریر کیے گئے ہیں۔

د: فتاویٰ ہمایوں سندھی

یہ فتاویٰ کی دوسری جلد ہے جس میں فتاویٰ سندھی زبان میں لکھے گئے ہیں۔

مولانا عبد الغفور ہمایونی پچھتر (75) سال کی عمر میں شبِ جمعہ کو 11 رمضان المبارک 1336ھ / 1918ء کو واصل بحق ہوئے۔ اپنے والد خلیفہ محمد یعقوب مرحوم کے پہلو میں درگاہ ہمایون شریف میں آسودہ ہیں۔[58]

14 شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (م1339ھ / 1921ء)

مولانا محمود حسن بن مولانا ذوالفقار علی 1268ھ کو اپنے آبائی گاؤں دیوبند میں پیدا ہوئے۔[59] ابتدائی تعلیم میاں جی منگلوری اور میاں جی عبد الطیف سے حاصل کی جب کہ فارسی کی کتابیں اپنے چچا مولانا مہتاب علی دیوبندی سے پڑھیں۔ عربی اور متوسط درجے کی کتب ملا محمود سے پڑھیں جو کہ دار العلوم دیوبند کے پہلے مدرس تھے اور کچھ کتب مولانا یعقوب نانوتوی سے پڑھیں۔ اس کے بعد دورۂ حدیث مولانا قاسم نانوتوی سے کیا۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند ہی میں تدریس کی ذمہ داری سونپی گئی اور ترقی کرتے کرتے بالآخر 1308ھ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔[60]

مولانا محمود حسن دیوبندی نے وفات تک حدیث کی کتب پڑھائیں۔ اس زمانے میں ہزاروں طلبہ نے ان سے اکتسابِ فیض کیا۔ بعد میں ان میں سے کئی طلبہ بڑی اور اہم شخصیات بنیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی ذات میں ایک انجمن تھا مثلاً اسیر مالٹا مولانا حسین احمد مدنی، حافظ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری، بانیٔ تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس، مولانا

شبیر احمد عثمانی جیسے اکابرِ امت نے مولانا محمود حسن دیوبندی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ مولانا محمود حسن دیوبندی نے نہایت مصروف زندگی گزاری۔ دورۂ حدیث کے اسباق کی تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف تحریکات اور جماعتوں کی سرپرستی کرتے رہے۔ لیکن ان سب مشاغل کے باوجود کئی کتب کی تالیف بھی مولانا محمود حسن کے قلم سے ہوئی۔ ان کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں: ترجمۂ قرآن، ادلہ کاملہ ایضاح الادلہ، احسن القریٰ حاشیہ مختصر المعانی، الابواب والتراجم، تقریر ترمذی۔ علم و عرفان کا چمکتا ہوا ستارہ بالآخر 1339ھ کو غروب ہوا۔[61]

16 مولانا احمد رضا خان بریلوی (م1340ھ / 1921ء)

مولانا احمد رضا خان 1272ھ / 1856ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد رضا خان ہندوستان کے شہر بریلی کے ایک مشہور حنفی عالمِ دین تھے۔ دینی علوم کی تکمیل گھر پر اپنے والد مولوی نقی علی خان (م1880ء) سے کی۔ ان کے علاوہ جن حضرات سے علم حاصل کیا ان میں مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (م 1898ء)، مولانا عبد العلی خان رامپوری (م1885ء)، شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی (م1906ء)، مولانا نور احمد بدایونی (م1301ھ)، مفتی حنفیہ شیخ عبد الرحمٰن سراج (م1883ء) اور مفتی شافعیہ شیخ احمد بن زین دحلان (م1881ء) شامل ہیں۔ مختلف علوم فنون پر پانچ سو سے زائد کتب ورسائل تحریر کیے ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں جو مصنف نزھۃ الخواطر نے ذکر کی ہیں:[62]

الف: العطايا النبوية في الفتاوي الرضويه (فتاویٰ رضویہ)

مولانا احمد رضا خان کے 1286ھ تا 1340ھ استفتاءات کے جوابات کو جمع کر کے کتابی شکل دی گئی جس کا نام العطايا النبوية في الفتاوي الرضويه رکھا گیا۔ فتاویٰ رضویہ جدید کی 33 جلدیں ہیں جن کے 22 ہزار سے زیادہ صفحات ہیں اور اس میں کل سوالات مع جوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔[63]

ب: نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان

کتاب ہذا میں قرآنی آیات سے زمین کو ساکن ثابت کر کے سائنس دانوں کے زمین کی گردش کے نظریہ کا رد کیا گیا ہے۔

ج: جد الممتار على الردالمختار

علامہ ابنِ عابدین شامی کی ردالمختار شرح در مختار پر عربی حواشی ہیں۔

د: الدولة المكيه بالمادة الغيبية

مولانا احمد رضا خان جب دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ میں تھے تو اس وقت چند ہندوستانی علماء نے مسئلہ علمِ غیب سے متعلق ایک استفتاء پیش کیا۔ قرآن و حدیث کے علاوہ اس کتاب میں مختلف علوم مثلاً منطق، فلسفہ اور ریاضیاتی دلائل پیش کیے گئے۔

ہ: كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم (1906ء)

یہ اصل میں کاغذ کی کرنسی کے متعلق حرمین شریفین کے علماء کے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ چونکہ اس دور میں یہ متنازع فیہ مسئلہ تھا لیکن آپ کی طرف سے دیئے گئے جوابات کو دیکھ کر علمائے حرمین نے دل کھول کر تعریف کی۔

مولانا احمد رضا خان کی وجہ شہرت میں من جملہ دیگر اسباب کے حضور ﷺ کی شان اقدس میں کہے گئے نعتیہ اشعار بھی ہیں۔ ان میں سے ایک کلام کے درج ذیل الفاظ بہت مشہور ہوئے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام۔۔۔۔۔۔ شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

و: کنز الایمان

کنز الایمان کے نام سے مولانا احمد رضا خان نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا جو کافی مشہور و معروف ہے۔

دیگر کتب میں سے چند ایک یہ ہیں: عبقری الحان فی اجابة الاذان، حسن البراعة فی تنفيذ حكم الجماعة، جمل مجليه فی ان المكروه تنزيہًا ليس بمعصية، الامر باحترام المقابر، فصل القضاء فی رسم الافتاء۔[64]

25 صفر 1340ھ / 1921ء کو بروزِ جمعہ ہندوستان کے اس فقیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور بریلی شریف میں مدفون ہوئے۔[65]

16 مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی (م 1347ھ / 1928ء)

انیسویں صدی کے فقہاء احناف کی صف میں موجود روشن ستارہ مفتی عزیز الرحمٰن بن فضل الرحمٰن عثمانی 1275ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ یہیں پر بچپن گزرا، جوان ہوئے اور دار العلوم دیوبند کے سائے تلے علومِ دینیہ کی تحصیل کی۔ 1298ھ میں فراغت کے بعد میرٹھ شہر میں درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ 1309ھ میں دار العلوم دیوبند میں ادارہ کے نائب کے ساتھ ساتھ تدریس اور افتاء کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ 36 سال دار العلوم دیوبند میں پڑھانے اور افتاء کا کام کرنے کے بعد مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ ڈابھیل (گجرات) منتقل ہو گئے۔ وہاں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور تادمِ وفات وہیں پر رہے۔

علم فقہ میں مہارت

فقہ کے فن سے آپ کو خصوصی شغف اور لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دار العلوم دیوبند میں 1345ھ تک مسلسل 36 سال عہدہ ٔافتاء پر فائز رہے۔ اس دوران ہزاروں استفتاءات کے جوابات دیئے۔ فقہی عبارات، متون اور جزئیات آپ کو ازبر یاد تھیں۔ اکثر فتوے دیتے ہوئے آپ کو کتاب سے حوالہ دیکھنے کی احتیاج نہ ہوتی۔ آپ کو اپنی تحریر پر پورا یقین ہوتا تھا اور مسائل کی باریکیوں پر پوری طرح سے حاوی تھے۔ تصنیف و تالیف کی طرف کم ہی التفات رہا کیونکہ اکثر اوقات فتاویٰ کے لیے وقف تھے۔ چند ایک تصانیف جو آپ کے قلم سے تحریر ہوئیں درج ذیل ہیں:

مجموعۃ الفتاویٰ

کئی جلدوں میں موجود یہ کتاب اصل میں مفتی عزیز الرحمٰن سے کیے گئے استفتاءات کے دیئے گئے ان کے جوابات کا مجموعہ ہے۔ جس سے آپ کے علمی انہماک اور فقہِ حنفی کی گرانقدر خدمات عیاں ہیں۔ اس کے علاوہ دو اہم تصانیف ہیں حاشیہ میزان البلاغۃ (شاہ عبد العزیز کی کتاب میزان البلاغۃ کا حاشیہ)، منحۃ الخلیل (علامہ بغوی کی تفسیر معالم التنزیل کے بیان میں حاشیہ)

انیسویں صدی عیسوی میں فقہ حنفی کا یہ سرخیل بالآخر 17 جمادی الآخر 1347ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر مولانا قاسم نانوتوی اور شیخ الہند محمود حسن دیوبندی کے مزار کے جوار میں دفن ہوا۔[66]

17 مولانا عبد العزیز عثمانی (م 1347ھ / 28-1927ء)

ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام 1280ھ / 1863ء گڑھی حبیب اللہ ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔[67] سلسلہ ٔنسب خلیفہ ٔسوم حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا محمود سے حاصل کی۔ صرف و نحو کی تکمیل علماءِ پکھلی و ہزارہ سے کی جب کہ ترجمہ قرآن اور دیگر علوم مولوی محمد و مولوی عبد الاحد اور قاضی محمد حسن خان پوری سے پڑھے۔ 1309ھ / 1892ء میں مولانا نذیر حسین دہلوی سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی۔[68] واپس اپنے علاقے میں آکر درس و تدریس کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔ مولانا عبد العزیز عثمانی نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ چنانچہ عربی و فارسی زبانوں میں کئی کتب منصہ شہود پر آئیں:

الف: سراجی در علمِ میراث

علم میراث میں آپ کی گرانقدر تصنیف سراجی ہے۔[69] اس میں وراثت کے مسائل کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ علماء اور طلبہ میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج بھی درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

ب: فقہ مخدومی

فقہ کے موضوع پر اردو میں فقہ مخدومی[70] کے نام سے ترتیب دی جو اصل میں عربی زبان سے ترجمہ کی گئی۔

دیگر کتب میں نیّر لامع در قواعد فارسی منظوم،[71] تعریف الاشیاء در اصطلاحات علم منطق،[72] رشیدیہ در علم مناظرہ[73] وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا عبد العزیز عثمانی 1927ء یا 1928ء جہانِ فانی سے دار بقا کو کوچ کر گئے۔[74]

18 پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (م 1356ھ / 1937ء)

سید مہر علی شاہ بن سیّد نذر الدین شاہ یکم رمضان 1275ھ / 1859ء بروز سوموار گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب 36 واسطوں سے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنھما تک پہنچتا ہے۔ کافیہ تک کی کتابیں مولانا غلام محی الدین ہزاروی سے پڑھیں۔ اس کے بعد بھوئی ضلع راولپنڈی میں مولانا محمد شفیع قریشی کے مدرسہ میں نحو، اصول اور منطق کی کتابیں قطبی تک پڑھیں۔ بعد ازاں دیگر جگہوں پر علوم پڑھنے کے بعد 1295ھ / 1878ء میں مولانا احمد علی سہارنپوری سے حدیث پڑھ کر سندِ حدیث حاصل کی۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد عرصہ دراز تک درس و تدریس کے ذریعے طلبہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت و اجازت

حرمین کی زیارت کے موقع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضری دی اور کچھ ہی عرصہ بیعت اور اجازت بیعت سلسلۂ صابریہ میں عطا کیا۔[75] پیر صاحب تو حرمین میں قیام پذیری چاہتے تھے لیکن حضرت حاجی صاحب نے تاکیداً ہندوستان واپسی کا حکم دیا اور ایک فتنہ کے وقوع پذیر ہونے کا اشارہ دیا جو حضرت پیر صاحب کے بقول فتنۂ قادیانیت تھا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ کا وجود مسعود اہل باطل اور اہل فتن کے سامنے سدِّ سکندری کی مانند تھا۔ دین اسلام اور خاص طور پر فقۂ حنفی کی ترقی اور ترویج و اشاعت میں آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔ درس و تدریس، وعظ و تقریر، اصلاح و تزکیہ، افتاء و ارشاد کے ساتھ ساتھ تصنیفی میدان بھی آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے خالی نہ تھا۔ آپ کی چند تالیفات یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

الف: فتاویٰ مہریہ

گرد و پیش اور دور دراز علاقوں سے سائلین زبانی اور تحریری سوالات کرتے جن کا شافی جواب پیر صاحب کے ہاں سے ملتا۔ ان تمام استفتاءات کو کتابی شکل میں جمع کر کے ایک ضخیم کتاب فتاویٰ مہریہ[76] کے نام سے منصۂ شہود پر آچکی ہے جو فقہ حنفی کے ارتقاء میں اہم پیش رفت ہے۔

ب: شمس الہدایہ

حیاتِ مسیح علیہ السلام پر قرآن وحدیث کے زبردست دلائل کو جمع کر کے کتاب لکھی جس نے مرزا قادیانی کو لاجواب کر دیا۔[77]

اس کے علاوہ پیر صاحب کی دیگر تصانیف میں سیف چشتیائی، الفتوحات الصمدیہ، اعلاء کلمۃ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللہ اور تحقیق الحق شامل ہیں۔ 29 صفر 1356ھ / 11 مئی 1937ء بروزِ ہفتہ آپ کا وصال ہوا اور گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں مدفون ہیں۔[78]

19 مولانا اشرف علی تھانوی (م 1362ھ / 1943ء)

مولانا اشرف علی تھانوی کی ولادت 5 ربیع الثانی 1280ھ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ میں حافظ حسین علی سے حفظ قرآن کریم کی تکمیل سے ہوئی اور پھر تھانہ بھون میں مولانا فتح محمد تھانوی سے عربی اور فارسی کی متوسط کتب پڑھیں۔ بعد ازاں ذی قعد 1295ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور 1301ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہاتھوں 20 سال کی عمر میں دستار بندی ہوئی۔[79]

بیعت وخلافت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے تھی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ کانپور میں درس وتدریس کرتے رہے لیکن پھر تھانہ بھون آ کر اپنے شیخ کا مدرسہ اور خانقاہ مستقل طور پر سنبھال لی۔ یہ خانقاہ برصغیر کی ایک مستند دارالافتاء بھی تھی جہاں سے حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کی فقہی راہ نمائی بھی ہوتی اور ساتھ ساتھ خانقاہ میں تزکیہ نفس اور باطنی تعلیم وتربیت کے لیے بھی شہرت رکھتی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔ تمام کتب ورسائل اردو وعربی ملا کر ایک ہزار سے تعداد اوپر بنتی ہے۔ اور شریعت وطریقت کا کوئی موضوع ایسا نہیں جس پر آپ کی مستقل تصنیف نہ ہو۔ تفسیر، حدیث، فقہ، علم الکلام، سیرت، تصوف وسلوک وغیرہ موضوعات پر آپ کی گرانقدر تالیفات موجود ہیں، ان میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل سطور میں کیا جاتا ہے:

الف: تفسیر بیان القرآن

تفسیر بیان القرآن ایک ایسی تصنیف ہے جو قرآنی علوم ومعارف کا خزانہ ہے۔

ب: بہشتی زیور

فقہ کے موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے جو خاص طور پر خواتین کے لیے لکھی گئی ہے اور عورت کی زندگی کے متعلق مکمل دینی راہ نمائی اس کتاب میں موجود ہے۔

ج: حیاۃ المسلمین

اس کتاب میں مسلمانوں کی فلاح وکامیابی کے 25، اصولِ حیات لکھے ہیں۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کے مصائب دور ہو سکتے ہیں اور انہیں دنیا و آخرت کی کامیابی مل سکتی ہے۔ حیوٰۃ المسلمین شخصی اصلاح کے لیے لکھی گئی بہترین کتاب ہے۔

د: صیانۃ المسلمین

حیاۃ المسلمین کی طرح صیانۃ المسلمین بھی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے اصول بیان کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کتاب میں اجتماعی نظم، جمہوری نظام اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی تدابیر مرتب کی ہیں۔

ہ: امداد الفتاویٰ

مولانا اشرف علی تھانوی کی امداد الفتاویٰ نہایت مفید فقہی مجموعہ ہے جس میں مولانا تھانوی کے فتویٰ کو جمع کر کے مرتب کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر چند کتب حسب ذیل ہیں: اعلاٗ السنن، نشر الطیب، المصالح العقلیہ، التکشف التشرف، مسائل السلوک، تربیت السالک، بوادر النوادر، شرح مثنوی مولانا روم، اصلاح الرسوم، مناجات مقبول، اعمال قرآنی۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے مرض ضعف و اسہال میں کئی ماہ علیل رہ کر 19 اور 20 جولائی 1943ء کی درمیانی شب اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی نے جنازہ پڑھایا اور خانقاہ امدادیہ کے شمال کی جانب قبرستان میں تدفین ہوئی۔[80]

20 مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی (م1367/1948ء)

مولانا محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین بن خدا بخش بن خیر الدین 1296ھ/79-1878ء محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ موجودہ ضلع مئو یوپی میں پیدا ہوئے۔[81] ان کے بنیادی استاد ان کے چچازاد بھائی مولانا محمد صدیق اعظمی تھے جن کے مشورے پر بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے مدرسہ حنفیہ جون پور میں داخلہ لے کر مولانا ہدایت اللہ جون پوری سے تکمیل فنون کی۔ درس حدیث کے لیے پیلی بھت (روہیل کھنڈ) میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھت میں شیخ الحدیث مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (م1334ھ/1916ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور سند حدیث سے سرفراز ہوئے۔[82] فراغت علوم کے بعد اپنے استاد کے حکم پر مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں تدریس شروع کر دی اور ساتھ ہی ساتھ مطبع اہل سنت کا انتظام بھی سنبھال لیا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات ازبر یاد تھیں اور اسی وجہ سے فتویٰ نویسی سے از حد لگاؤ تھا۔ تحریری اور زبانی مسائل کا جواب دیتے۔ مولانا امجد علی اعظمی ایک صاحب قلم عالم تھے اور یہی وجہ تھی کہ کئی کتب انہوں نے تصنیف کیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

الف: حاشیہ شرح معانی الآثار

فقہ حنفی کی معتبر کتاب شرح معانی الآثار پر مولانا امجد علی نے ایک مبسوط حاشیہ لکھا۔[83] حاشیہ سے مولانا امجد علی اعظمی کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ب: بہار شریعت

بہار شریعت[84] مسائل کے لحاظ سے ایک بہترین کاوش ہے جس میں آیات، احادیث اور بعد میں مسائل فقہیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کل چھ حصے ہیں اور اہل سنت کے ہاں آج بھی مقبول ہے۔

ج: فتاویٰ امجدیہ

چار جلدوں میں مولانا امجد علی کے فتاویٰ جات کو مرتب کیا گیا ہے۔[85] اس میں مولانا امجد علی اعظمی سے شرعی مسائل میں راہ نمائی کے لیے دریافت کیے گئے سوالات کے جوابات کو جمع کیا گیا ہے۔ ان کے فتویٰ کے اس مجموعہ کا نام فتاویٰ امجدیہ رکھا گیا۔

مولانا امجد علی حج کے ارادے سے اپنے وطن سے نکل کر ممبئ پہنچے جہاں پر ان کا 2 ذی القعدہ 1367ھ / 1948ء کو انتقال ہوا۔[86]

نتائج بحث

مندرجہ بالا سطور میں ان نمائندہ فقہاءِ احناف کا تذکرہ تھا جو عہد مغلیہ کے اواخر اور انگریز دور کی ابتداء میں درس و تدریس یا تحریر و تقریر کے شعبہ سے وابستہ تھے یا سرکاری طور پر منصب افتاء یا عہدۂ قضاء کے ذمہ دار تھے۔ ایسے ذمہ دار عہدے کے لیے تقرری شاہی دربار سے ہوا کرتی تھی۔ عموماً تقرری کے لیے قابلیت، علمیت اور فقہ حنفی میں مہارت و رسوخ کو دیکھا جاتا تھا۔ قضاۃ اور مفتیان کرام نے فقہ حنفی کی رو سے احکامات لوگوں تک پہنچائے۔ اسی فقہ کے مطابق ان کے درمیان تنازعات کے فیصلے کیے اور ان کی راہ نمائی کی۔ عبادات و معاملات کے متعلقہ مسائل کے حل بھی استفتاء کے جواب میں تحریری اور تقریری طور پر بتائے۔ علاوہ ازیں کئی فقہاء نے ان سرکاری عہدوں پر رہتے ہوئے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے ذریعہ بھی فقہ حنفی کی تعلیم کو عام کیا۔

انیسویں صدی کے پر فتن اور مسلمانوں کے زوال کی صدی میں حنفی مسلک کی اشاعت میں کئی مصنفین فقہاء نے گرانقدر تصانیف کے ذریعے ، اس کے ارتقاء میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں مفتی شرف الدین رام پوری (م1268ھ) مصنف فتاویٰ شرفیہ، مولانا عبد الحی فرنگی محلی (م1304ھ / 1886ء) مصنف نفع المفتی والسائل لجمیع متفرقات المسائل، مولوی فقیر محمد جہلمی (م1334ھ) صاحب حدائق الحنفیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی (م1905ء) مصنف فتاویٰ رشیدیہ، مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م 1921ء) مؤلف العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، پیر سید مہر علی

شاہ(م1937ء)صاحبِ فتاویٰ مہریہ اور شمس الہدایہ، مولانا عبد العزیز عثمانی(م28-1927ء)مصنف سراجی در علمِ میراث اور فقہ مخدومی، مولانا اشرف علی تھانوی(م1943ء) مصنف امداد الفتاویٰ اور بہشتی زیور، مولانا امجد علی اعظمی(م1948ء)صاحب فتاویٰ امجدیہ اور بہار شریعت شامل ہیں۔

انیسویں صدی کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ زیادہ تر تقلیدی رجحان رہا جس کی وجہ سے علوم فقہ مجموعی طور پر جمود کا شکار ہو گئے۔ جزوی طور پر بعض تصانیف نہایت عمدہ تحریر ہوئیں لیکن فکری اعتبار سے بحیثیتِ مجموعی یہ فن تنزل کا شکار نظر آتا ہے۔ اس دور کے مجموعی جائزے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اکثر مصنفین نے کتبِ سابقہ کی تسہیل و تحقیق، شرح، شرح در شرح، اختصارت، تعلیقات، حواشی، تخریج وغیرہ پر کام کیا اور اسی حصار میں اپنے آپ کو محدود کیے رکھا۔ 1697ء میں لکھی گئی قاضی محب اللہ بہاری(م1119ھ) کی کتاب مسلم الثبوت کی مثال لیتے ہیں جس نے تقریباً ایک صدی تک برصغیر کے علماء و مدرسین کو اس کتاب کی شرح و تحشیہ میں مشغول رکھا اور مولانا عبد الحی الحسنی کے مطابق اس کی 8 سے زائد شروحات لکھی جا چکی ہیں[87] حالانکہ یہ کتاب خود بھی پہلے سے موجود کتب ہی کا خلاصہ تھی۔ بہر حال اس دورِ زوال کے صرف بیس فقہاء کا یہاں ذکر کیا گیا جنہوں نے برصغیر میں فقہ حنفی کی اشاعت میں بھر پور کردار ادا کیا۔

حواشی و مصادر

1 شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ 2- کلب روڈ، لاہور، ط:2016، ص 600

2 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے ہند، تیرہویں صدی ہجری، دار النوادر اردو بازار لاہور، ط:1434ھ / 2013ء، ص6 / 10

3 ایضاً ص 14

4 لکھنوی، سید عبد الحی الحسنی (م1341ھ)مولانا، نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، دار ابن حزم بیروت، ط:1420ھ /1999ء ، ج7، ص 937

5 فہمی، مفتی شوکت علی، ہندوستان پر مغلیہ حکومت، سٹی بک پوائنٹ نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی، ط:2010، ص272

6 الفتح:28

7 ندوی، مولانا، عبد الحی، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں (الثقافۃ السلامیۃ) ترجمہ ابو العرفان ندوی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ط:2009، ص 181

8 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، تیرہویں صدی ہجری، جلد اوّل، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ط :1982ء، ص301

9 ندوی، مولانا، عبد الحی، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں (الثقافۃ الاسلامیۃ) ترجمہ مولانا ابو العرفان ندوی، ص 191

10 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، تیرہویں صدی ہجری، جلد اوّل، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ط :1982ء، ص 301

11 ایضاً: ص6 / 400

12 رحمان علی، مولوی، تذکرہ علماءِ ہند، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ص 301

13 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے ہند ص6 / 400

14 کاکوری ہندوستان کے صوبہ یو۔پی میں لکھنؤ شہر کے قریب ایک علاقہ ہے۔ بہت سے علماء اور فقہاء کا مسکن رہا ہے۔

15 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے ہند ص6 / 405

16 ایضاً: ص6 / 406

17 ایضاً: ص6 / 406 تا408

18 ایضاً: ص6 / 408

19 ایضاً

20 لكهنوى، سيد عبد الحى الحسنى (م1341ھ)، مولانا، نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، دار ابن حزم بيروت، ط:1420ھ /1999ء ، ج7، ص 963

21 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، ص1 / 230

22 ایضاً: ص1 / 230

23 لكهنوى، سيد عبد الحى الحسنى، مولانا، نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، دار ابن حزم بيروت، ط:1420ھ /1999ء ، ج7، ص 963

24 ایضاً: ص1 / 231

25 ایضاً: ص1 / 231

26 بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند ص 1 / 232

27 جہلمی، مولوی فقیر محمد (م1334ھ)، حدائق الحنفیہ، المیزان ناشران وتاجران کتب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور، ط:2005، ص:506

[28] بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے ہند، ص6/ 188

[29] ایضاً: ص6/189

[30] ایضاً:3/289

[31] لکھنوی،سید عبد الحی الحسنی،نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر،ص977/7

[32] بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند ص1/ 257

[33] لکھنوی،سید عبد الحی الحسنی،نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر،ص7/ 977

[34] رحمان علی،مولوی،تذکرہ علماءِ ہند، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری،ص399

[35] ایضاً: ص400

[36] بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، ص3/ 252

[37] ایضاً: ص 265

[38] بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، ص3/ 265تا269

[39] رحمان علی،مولوی،تذکرہ علماءِ ہند،ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری،ص400

[40] رضوی، سید محبوب، تاریخ دار العلوم دیوبند، ادارۂ اسلامیات لاہور، ص122

[41] ایضاً: ص6/ 333

[42] رحمان علی،مولوی،تذکرہ علماءِ ہند، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری،ص255

[43] ندوی، مولانا، عبد الحی، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں (الثقافۃ السلامیۃ) ترجمہ مولانا ابو العرفان ندوی، ص185

[44] رحمان علی،مولوی،تذکرہ علماءِ ہند،ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری،ص256

[45] لکھنوی،ابو الحسنات عبد الحی،فوائد البهیة فی تراجم الحنفیه،مطبع مصطفائی،ط:1293ھ، ص8

[46] ایضاً: ص10

[47] ندوی،مولانا،عبد الحی،اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (الثقافة السلامیة)ترجمہ مولانا ابو العرفان ندوی،ص 185

[48] رحمان علی،مولوی،تذکرہ علماءِ ہند،ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری،ص255

[49] گنگوہ ضلع سہارن پور کا قدیم قصبہ ہے جو سہارن پور سے سولہ میل اور تھانہ بھون سے تیرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

[50] بخاری، حافظ محمد اکبر شاہ، اکابر علماءِ دیوبند، ادارہ اسلامیات پبلشرز، انار کلی لاہور، ط1999، ص27

[51] ندوی، مولانا، عبد الحی، اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (الثقافة السلامیة)ترجمہ مولانا ابو العرفان ندوی، ص 192

52 محمد منصور احمد، مولانا انار کے درخت تلے، مکتبۃ الشہداء، کراچی، طبع پنجم 1430ھ، ص114

53 رحمان علی ، مولوی ، تذکرہ علماءِ ہند، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری ،ص332

54 ایضاً: ص332

55 جہلمی، مولوی فقیر محمد، حدائق الحنفیہ، ص16

56 وفاراشدی، ڈاکٹر، تذکرہ علمائے سندھ، مکتبہ اشاعت اردو، فیصل ٹاؤن، کراچی، ط۔1421ھ /2000ء، ص72

57 ایضاً: ص74

58 ایضاً: ص72

59 قاسمی، مولانا خورشید حسن، دارالعلوم اور دیوبند کی چند تاریخی شخصیات، مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند، ط۔ن، ص10

60 ایضاً: ص10

61 ایضاً ص10

62 لکھنوی، سید عبد الحی الحسنی، مولانا، نزہۃ الخواطر و بھجۃ المسامع و النواظر، ص1182/8

63 فتاویٰ رضویہ جدید، رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور، ط: س۔ن، ج30، ص10

64 ندوی، مولانا، عبد الحی، اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (الثقافۃ السلامیۃ) ترجمہ مولانا ابو العرفان ندوی، ص191

65 لکھنوی، سید عبد الحی الحسنی، مولانا، نزہۃ الخواطر و بھجۃ المسامع و النواظر، ص1183/8

66 ایضاً ص 1308

67 پنّی، ڈاکٹر، شیر بہادر خان، تاریخ ہزارہ، مکتبہ جمال اردو بازار لاہور، ط2006، ص509 تا512

68 ایضاً: ص512- 509

69 ایضاً: ص511

70 ایضاً: ص511

71 ایضاً: ص511

72 ایضاً: ص511

73 ایضاً: ص511

74 ایضاً: ص512

75 قادری، محمد عبد الحکیم شرف، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ﷺ، پیپلز کالونی

گوجرانوالہ۔ط:س۔ن،ص:538

76 ایضاً:ص538

77 ایضاً:ص539

78 ایضاً:ص521

79 بخاری،حافظ سید محمد اکبر شاہ،سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے سو بڑے علماء،فرید بک ڈپو لمیٹڈ نئی دہلی،ط2004،ص29

80 ایضاً:ص37,38

81 بخاری،مصباحی،لیٔس اختر،ممتاز علمائے فرنگی محل لکھنؤ،اکبر بک سیلرز لاہور،ط۔2017،ص435

82 ایضاً:ص435

83 ایضاً:ص435

84 ایضاً:ص437

85 ایضاً:ص437

86 ایضاً:ص439

87 ندوی،مولانا،عبدالحی،اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں(الثقافة السلامية)ترجمہ مولانا ابوالعرفان ندوی،دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،ط2009،ص204